علامہ سید احسان اللہ شاہ راشدیؒ کی دینی و علمی خدمات

CONTRIBUTIONS OF ALLAMA SYED IHSANULLAH SHAH RASHDI TOWARDS RELIGION AND EDUCATION

ڈاکٹر عبدالعزیز نھڑیو*

DOI: 10.29370/siarj/issue4ar6
Link: https://doi.org/10.29370/siarj/issue4ar6

ABSTRACT:

Syed Ihsanullah Shah, the son of Allama Syed Rushdullah Shah, was born in the village Pir Jhando which is situated near New Saeedabad Sindh. He was brought up in a spiritually pure environment of his home. He received his initial education form Madirsah Dar-ul-Rashad , which was founded by his father, at Pir Jhando. His teachers included the great scholars and fuqaha such as Hafiz Muhammad Amin of Cutch Bhuj, Molana Ubedullah Sindhi , Molana Muhammad Laghari, Molana Muhammad Akram Ansari Halai, Molana Abdullah Laghari and others. Under the guidance of these scholars, he developed a tremendous potential as a teacher and preacher. He, accordingly, took these two tasks with a great sense of responsibility and enthusiasm. One of the key objectives of his life was to practice and promote the shariah that was brought to us by our beloved master Muhammad PBUH. He enjoyed a special attachment with the library and Madrisah Dar-ur-Rahad. The library which enjoyed heights of progress in the times of Pir Rushdullah Shah faced hardships in subsequent periods. But, Syed Ihsanullah Shah looked after the library with a great care and responsibility. He uplifted its status and prestigue by adding a number of useful titles on the subjects of Tasfeer, Hadith, Asma-ur-Rijal, History and other fields of Knowledge. Since he inherited the love of Hadith from his father and developed it further under the guidance of noble Imams, he collected and spent a huge amount of funds to gather relevant manuscripts from Makkah, Madinah, Iraq, Egypt, Syria, India and many other countries. Due to this love and attachment with the Sunnah of Rasool Allah PBUH, he was known as the Man of Sunnah. Practicing the Sunnah was an integral ingredient of his body and soul as if it was infused in his blood. In a very short timeframe, he was able to make significant

* اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ سچل سرمست آرٹس و کامرس کالج، حیدرآباد برقی پتا: aaziznuhrio@hotmail.com

educational, spiritual and theological achievements. He departed this world at the young age of 45. His sons Syed Muhibullah Shah and Syed Badi-ud-Din Shah have rose as eminent scholars following the footsteps of their father. Their religio-educational services are also unforgettable. May Allah shower his blessings on these scholars and all the Muslims.

KEYWORDS*:* Ihsanullah Shah Rashdi, Contributions, Religion, Education, Theological, Achievements

کلیدی الفاظ: احسان شاہ راشدی، خدمات، مذھب، نظریاتی، کارنامے،

تعارف:

باب الاسلام سندھ کا راشدی خاندان اپنی دینی خدمات، علمی عظمت، روحانی فیوض و برکات اور مجاہدانہ قربانیوں کے اعتبار سے ممتاز حیثیت کا حامل ہے۔ بلاشبہ اس خانوادہ علم و فضل میں ہر دور میں کبار اصحاب رشد وہدایت و حاملین علم وفضیلت گذرے ہیں، جنھوں نے اپنی علم پروری سے بہترین اور قابل فخر خدمات سرانجام دی ہیں۔ راشدی خاندان کے مورث اعلیٰ سید محمد راشد شاہ روضے دھنی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات کے بعد ان کی وصیت کے مطابق ان کے بیٹے پیر سید صبغت اللہ شاہ اول کو دستار وراثت روحانی دی گئی۔ اسی وجہ سے وہ "پیر پاگارو" کے لقب سے معروف ہوئے، جبکہ دوسرے بھائی پیر محمد یاسین شاہ کو جھنڈا اعطا کیا گیا جو شاہ افغانستان تیمور شاہ کے بیٹے زمان شاہ نے سندھ میں اشاعتِ دینِ اسلام کی خاطر پیر محمد راشد شاہ کی خدمت میں از راہِ عقیدت پیش کیا تھا۔ اس طرح پیر محمد یاسین شاہ "پیر جھنڈا" کے تلقب سے مشہور ہوئے۔ سید محمد یاسین شاہ (المتوفی سنہ ۱۲۷۵ھ) کے بعد ان کے صاحبزادے سید رشید الدین شاہ راشدی (المتوفی سنہ ۱۳۱۷ھ) اور پوتے سید ابو تراب رشد اللہ شاہ راشدی (المتوفی سنہ ۱۳۴۰ھ) بھی بڑے نامور عالمِ دین تھے۔

علامہ سید رشد اللہ شاہ کے بیٹے سید احسان اللہ شاہ راشدی کی ولادت بمقام بستی پیر جھنڈ و تحصیل نیو سعید آباد میں مؤرخہ ۲۷ رجب ۱۳۱۳ھ مطابق 13 مارچ 1896ء بروز جمعرات ہوئی۔[1]

تعلیم و تربیت:

گھر کے پاکیزہ اور علمی ماحول میں آپ کی پرورش ہوئی۔ بچپن ہی سے اپنے والد ماجد کے قائم کردہ "مدرسہ دار الرشاد" پیر جھنڈو میں تعلیم حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ کرام میں حافظ محمد امین متوہ کُجھ کُجھ والے، مولانا عبیداللہ سندھیؒ، استاذ الکل مولانا محمد لغاریؒ، مولوی الٰہی بخش ریاست بہاولپور، مولانا احمد علی لاہوری، مولانا محمد اکرم انصاری ہالائی محشی

ارشاد الصرف، مولانا خدا بخش مصنف ارشاد الصرف اور مولانا عبداللہ لغاری وغیر ہم جیسے فضلائے وقت شامل ہیں۔ آپ کی دستارِ فضیلت مؤرخہ ۲۵ شعبان ۱۳۳۳ھ مطابق 19 جولائی 1915ء کو ہوئی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ نے باقاعدگی سے تو کہیں درس وتدریس شروع نہیں کی، تاہم علم و تعلیم، دعوت و تبلیغ کے فرائض نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیئے اور شریعتِ مطہرہ کی ترقی و ترویج کیلئے آخری دم تک کوشاں رہے۔

مسند نشینی:

پیر رشد اللہ شاہ کی وفات کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے سید ضیاء الدین شاہ اور سید احسان اللہ شاہ کے درمیان قدرے سجادہ نشینی پر اختلاف ہوا۔ جماعت اور برادری کے احباب نے سید احسان اللہ شاہ کی دستار بندی کروائی۔ ان میں پیر صدیق الرسول شاہ اوران کی اولاد، پیر رشد اللہ شاہ کے بھائی پیر محبوب شاہ اور پیر اسماعیل شاہ بھی شامل تھے۔ لیکن افسوس معاملہ عدالتوں تک پہنچا۔ طویل مقدمہ بازیوں کے بعد 1937ء میں پریوی کاؤنسل لندن نے پیر ضیاء الدین شاہ کے حق میں فیصلہ صادر فرمایا۔ اس لئے پیر احسان اللہ شاہ نے گوٹھ پیر جھنڈو کو چھوڑ کر قریب ہی ایک نیا گاؤں "درگاہ شریف" کے نام سے قائم کیا۔

علمی خدمات:

نیا گاؤں آباد کرنے کے بعد سب سے پہلے مسجد شریف کی تعمیر شروع کی اور تھوڑے ہی عرصہ میں ایک بہترین مسجد بن گئی۔ انہیں سب سے زیادہ مدرسہ دار الرشاد اور کتب خانہ سے محبت تھی۔ مدرسہ کی ترویج و ترقی میں آپ نے خصوصی دلچسپی لے کر طلبہ واساتذہ کو ہر قسم کی سہولیات بہم پہنچائیں۔ ان کے دور میں ملک کے کونے کونے، اطراف واکناف سے طلبہ نے آکر کتاب وسنت کی پاکیزہ تعلیم حاصل کی۔ آپ خود ہی طلبہ کے امتحانات لیتے تھے۔ ہر جمعرات کو طلبہ کے درمیان تقریری مقابلے ہوتے تھے۔ کامیاب طلبہ میں خود انعامات تقسیم کرتے تھے۔ ہر ہفتہ طلبہ کے مابین شعر وشاعری اور بیت بازی کے مقابلے بھی ہوا کرتے تھے۔

کتب خانہ:

پیر رشد اللہ شاہ کے دور میں پیر جھنڈو کے کتب خانہ نے جو عروج و ترقی دیکھی، اس پر مشکل اور کٹھن مرحلہ اُس وقت آیا جب آپس کے خاندانی اختلافات اور مقدمہ بازیوں کی وجہ سے کتب خانہ بھی بہت متاثر ہوا۔ سید احسان اللہ شاہ راشدی 1923ء سے 1937ء تک مشترکہ کتب خانہ کی نگرانی خود کرتے رہے۔ اسی اثناء میں مکتبہ میں تفسیر،

حدیث، اسماءالرجال، تاریخ اور دیگر علوم کی کتب اور نادر و نایاب مخطوطات میں بیش بہا اضافہ ہوا۔ نقل و حمل کی وجہ سے کئی قیمتی اور گرانقدر نایاب کتب ضائع ہوئیں۔ کئی کتابیں پیر احسان اللہ شاہ اپنے نئے گاؤں میں لے آئے۔ باقی ساری کتب پیر ضیاءالدین شاہ کے پاس ہی رہیں۔

پیر احسان اللہ شاہ نے اپنے "مکتبہ عالیہ علمیہ" میں تقریباً ہر موضوع پر نادر و نایاب کتابیں جمع کیں۔ حدیث اور متعلقات علم حدیث سے خصوصی لگن کی وجہ سے مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، مصر، شام، ہندستان اور دیگر کئی ممالک سے خطیر رقم صرف کرکے لاتعداد کتب جمع کیں۔ اپنے کاتب مرحوم قاضی لعل محمد قیصرانی اور مولانا قطب الدین ہالیجوی کو حیدر آباد دکن بھیج کر نواب عثمان علی خان کے کتب خانہ سے بھی کئی نایاب کتب نقل کروائیں۔ پیر صاحب حیدر آباد دکن کے معروف اشاعتی ادارہ "دائرۃ المعارف العثمانیہ" کے اراکین میں سے ایک رکن تھے۔ لہٰذا دائرۃ المعارف سے جو بھی کتب طبع ہوتی تھیں، وہ ان کے مکتبہ کو اعزازی طور پہنچتی تھیں۔ آپ کے علمی اشتیاق اور کتب سے بے پناہ محبت کا اس بات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ علامہ ابو بکر خطیب بغدادی کی مایہ ناز کتاب "تاریخ بغداد" جو اس وقت تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئی تھی، وہ 1928ء میں پندرہ سو روپے خرچ کرکے "دارالکتب المصریہ" قاہرہ مصر سے فوٹو اسٹیٹ کروائی جبکہ تاریخ بغداد 1931ء میں مصر سے 14 جلدوں میں مکمل شائع ہوئی تو اس کا ایک نسخہ پیر احسان اللہ شاہ کو بھی بھیجا گیا۔ اس وقت اس کی قیمت صرف 28 روپے مقرر کی گئی تھی۔ امام ابو نعیم اصفہانی کی مشہور کتاب "تاریخ اصفہان" کا عکس بھی لیدن (ہالینڈ) کے کتب خانہ سے ڈاکٹر کرنکوی سالم المانوی محافظ کتب خانہ لیدن کی معرفت حاصل کیا۔ یہ دونوں کتابیں ان کے "مکتبہ عالیہ علمیہ" میں اس وقت بھی محفوظ ہیں۔ کرنکوی کی وساطت سے جرمنی کے کتب خانہ سے "صحیح ابن خزیمہ" اور کچھ دیگر نایاب کتب کے حصول کیلئے سرگرداں رہے لیکن کاتب اور فوٹو اسٹیٹ کی عدم دستیابی کی وجہ سے کامیاب نہیں ہوسکے۔2 بہرحال سید احسان اللہ شاہ نے اپنے کتب خانہ میں نادر و نایاب کتب کا ایک بہت بڑا ذخیرہ جمع کیا۔

"دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن" والوں نے جب پہلی دفعہ "السنن الکبریٰ للبیہقی" 10 جلدوں میں اور "مستدرک حاکم" چار جلدوں میں طبع کروائیں تو اس وقت ان کے پیش نظر دونوں کتب کے جو قلمی نسخے تھے۔ ان میں سے ایک ایک نسخہ پیر احسان اللہ شاہ کے کتب خانہ کا تھا۔ چنانچہ وہ مستدرک حاکم کے اخیر میں حاصل کردہ نسخوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

"انا جمعنا نسخا عدیدۃ لمستدرک الحاکم من مکاتب شتی منها نسخة کاملة من مکتبة مولانا حبیب الرحمٰن خان الشروانی صدر الصدور فی الدولة الآصفیة ادام الله حیاته و نسخة ناقصة من مکتبة امیر الدین

اشرف الگیلانی و نسخة کاملة من مکتبة مولانا السید شاہ احسان اللہ بن رشد اللہ السندھی المعروف بصاحب اللواء وھی اصح النسخ و احسنھا کتابة کتبھا فتح محمد سنة الف و ثلاث مائة و عشر من الھجرة فنحن نشکر لجمیع ھٰذہ العلماء الکرام من جمیعتنا العلمیة شکرًا جمیلًا و ندعو لھم ان یعطیھم اللہ اجرا جزیلًا فان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔"[3]

یعنی ہم نے مختلف کتب خانوں سے مستدرک حاکم کے کئی نسخے جمع کیے۔ ایک مکمل نسخہ مولانا حبیب الرحمٰن شروانی حیدر آباد دکن سے ملا۔ دوسرا ناقص نسخہ امیر الدین اشرف گیلانی کے مکتبہ سے ملا اور سید احسان اللہ شاہ راشدی کے مکتبہ سے مکمل، سب سے زیادہ صحیح اور خوش خط نسخہ دستیاب ہوا جو کاتب فتح محمد نے ۱۳۱۰ھ میں لکھا تھا۔ ہم اپنے ادارہ کی طرف سے ان علماء کرام کے نہایت مشکور ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اجر عظیم عطا فرمائے۔ بیشک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

نیز السنن الکبریٰ للبیہقی کے حاصل کردہ خطی نسخوں کے متعلق رقمطراز ہیں: **"و لما کان ھٰذا الکتاب بلغ غایة الشھرة و المعرفة و کان کثیر الفوائد و غزیر المواد فقد بذلنا غایة الجھود فی طلب النسخ فوجدنا نسخة عدیدة لھا من بعض الافاضل الذین قد حصلوھا بصرف خطیر و جھد عظیم فی نسخھا من بلاد شتی (فالنسخة الاولٰی) لصاحب العلم و العرفان مولانا الحافظ السید الشاہ ابی محب اللہ احسان اللہ بن رشد اللہ السندی المعروف بصاحب اللواء الخامس ادام اللہ فیوضہ و برکاتہ العلمیة و العرفانیة و ھی نقلت سنة تسع عشرة و ثلاث مائة بعد الالف من النسخة العتیقة فی المدینة الطیبة علٰی صاحبھا افضل الصلوات و التحیات و ھٰذہ النسخة السندیة قوبلت نسخة اخریٰ السید زین الدین البھاری نزیل حیدر آباد الدکن سنة ۱۳۳۵ ھجریة کما صرح بہ صاحب الکتاب فی آخرہ و النسخة الثانیة لصاحب العلوم الظاھریة و الباطنیة مھبط الانوار الالھیة الصمدیة مخزن الاسرار الجلیة و الخفیة مولانا السید رشید احمد الکنکوھی رحمہ اللہ تعالٰی و النسخة الثالثة لمولانا المفتی محمد سعید طاب ثراہ و ھو جیدة من جھة الصحة و النسخ فنحن نشکر اصحاب ھٰذہ النسخ المبارکة من جمیعتنا العلمیة لدائرة المعارف العثمانیة و ندعو لھم ان یجزیھم اللہ احسن الجزاء۔"**[4]

السنن الکبریٰ للبیہقی جو شہرت و معرفت کی بلندیوں کو چھو رہی تھی، اس میں مواد کی کثرت اور فوائد بے شمار تھے۔ ہم نے اس کے نسخے حاصل کرنے کی سعی کی۔ ہمیں اس کے متعدد نسخے دستیاب ہوئے، جنہیں کئی فاضل شخصیات نے سعی پیہم اور زر کثیر صرف کر کے مختلف ممالک سے حاصل کیا۔ پہلا نسخہ صاحبِ علم و عرفان سید ابو محب اللہ احسان اللہ شاہ ولد سید رشد اللہ شاہ راشدی کا ہے۔ اللہ ان کے فیوض و برکات ہمیشہ قائم رکھے۔ یہ نسخہ ۱۳۱۹ھ میں مدینہ منورہ کے نسخے سے منقول تھا اور ۱۳۳۵ھ میں مولانا زین العابدین بہاری حیدر آباد دکن والے کے نسخہ سے تقابل کیا ہوا تھا

جیسے نسخہ کے آخر میں واضح ہے۔ دوسرا نسخہ مولانا رشید احمد گنگوہی کا تھا۔ تیسرا نسخہ مفتی محمد سعید سے ملا۔ یہ نسخہ صحت کتابت کے لحاظ سے بہتر ہے۔ ہم اپنے ادارہ "دائرۃ المعارف العثمانیہ" کی جانب سے ان مخطوطات کے مالکان کے بیحد مشکور ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اجر عظیم عطا فرمائے، آمین۔

علمی مجالس:

سید احسان اللہ شاہ راشدی کا روزمرہ کا معمول تھا کہ نمازِ فجر کے بعد اشراق تک اور عصر سے مغرب تک مسجد ہی میں تشریف رکھتے تھے۔ علماء وطلبہ سے علمی گفتگو کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ علاوہ ازیں دنیا کے مشاہیر علماء سے رابطہ و تعاون تھا۔ سلطان عبدالعزیز بن سعود سے بھی خط وکتابت کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ علماء حرمین سے بھی خصوصی تعلق تھا۔ ایک دفعہ مدینہ منورہ کے مشہور عالمِ دین اور کتب خانہ شیخ الاسلام کے محافظ شیخ ابراہیم حمدی پیر جھنڈو میں تشریف لائے اور چند روز تک قیام کیا۔ سید احسان اللہ شاہ سے علمی وادبی مجالس کیں۔ کئی علمی مسائل پر تبادلہ خیال کیا۔ پیر صاحب کی وفات کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے سید محب اللہ شاہ راشدی مدینہ منورہ گئے تو شیخ ابراہیم حمدی سے ملاقات کی جو انتہائی خلوص ومحبت سے انہیں پیش آئے۔ اپنے مکتبہ کا معائنہ بھی کرایا جس میں نادر ونایاب مخطوطات کا بڑا ذخیرہ تھا جس کا شاہ صاحب نے اپنے سفر نامہ میں خوب تذکرہ فرمایا ہے۔

ایک مرتبہ مولانا ثناءاللہ امرتسری ان سے ملاقات کیلئے تشریف لائے اور تین چار دن تک مقیم رہے۔ پیر صاحب سے کئی علمی تحقیقی مسائل پر گفتگو کی۔ خصوصًا فن رجال پر زیادہ گفتگو رہی جس میں انہیں مہارت تامہ حاصل تھی۔ جب مولانا ثناء اللہ واپس جانے لگے تو فرمایا کہ آج اگر کوئی فن اسماء الرجال کا امام ہے تو پیر احسان اللہ شاہ راشدی ہے۔[5]

اتباعِ سنت اور محبتِ رسول:

اتباع سنت آپکے رگ وریشہ میں شامل تھی ہر کام میں اتباع رسول کو مقدم رکھتے تھے اور بدعت کو کبھی برداشت نہیں کرتے تھے۔ سنت سے محبت اور دلی لگن کی وجہ سے سید احسان اللہ شاہ کو "صاحب السنۃ") (سنت والا) کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ ہر کام میں اتباع سنت کو مقدم رکھتے تھے اور بدعت کو ہرگز برداشت نہیں کرتے تھے۔[6]

تصنیف وتالیف:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں علم کی دولت سے مالا مال کیا تھا۔ خصوصًا علم حدیث اور اسماء الرجال میں آپ مہارت تامہ

رکھتے تھے۔ عربی، فارسی، سندھی اور اردو زبانوں پر کامل دسترس تھی لیکن خاندانی اختلافات اور مقدمات کی بہتات کی وجہ سے تصنیف وتالیف پر زیادہ توجہ مرکوز نہ رکھ سکے۔

(1) خیمۃ الزجاجۃ فی شرح ابن ماجہ (عربی): حدیث کی مشہور کتاب سنن ابن ماجہ کی شرح عربی زبان میں لکھنی شروع کی لیکن افسوس کہ مکمل نہ کر سکے۔ مزید افسوس یہ کہ اس کا مسودہ بھی نہیں مل رہا۔

المقالۃ المحبوبہ فی الدعاء بعد الصلٰوۃ المکتوبۃ (اردو): فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کے موضوع پر یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ بعض احباب کا یہ مؤقف کہ نماز خود ایک دعا ہے، اس لئے فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا نہیں

کی جاسکتی۔ پیر صاحب نے اس رسالہ میں ان کے موقف کی تردید کی ہے۔ بعض قرآنی آیات اور احادیث کی روشنی میں ثابت کرتے ہیں کہ فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا مانگی جاسکتی ہے۔ اس کتاب کا مخطوطہ مکتبہ عالیہ علمیہ درگاہ شریف میں موجود ہے۔ 50 صفحات پر مشتمل ہے۔ مؤرخہ ۱۷ محرم الحرام ۱۳۴۷ھ پر کتاب لکھ کر مکمل کی۔ کتاب مقدمہ، تین ابواب اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔ کتاب کی ابتداء اس طرح کرتے ہیں:

الحمد لله رب العالمين مجيب المضطرين صريخ المكروبين والصلٰوة والسلام عليٰ سيد الاولين والآخرين محمد المصطفيٰ المجتبيٰ الامين وعليٰ اله المطهرين واصحابه الاكرمين. اما بعد! اقول بتوثيق العظيم واعول بتوفيق العليم ان اريد الا الاصلاح ولا حول ولا قوة الا بالله فعسي ربي ان يهديني سواء السبيل وهو حسبي ونعم الوكيل وقد رايت بعض الناس ان ينكر الدعاء المروجة بعد الصلٰوة المكتوبة برفع اليدين مع الجماعة ويظن انها ليس بثابت وهٰذا يدل منه عليٰ قلة مواجهته الي الاخبار والآثار وسيذكر انشاء الله تعاليٰ في هٰذه الرسالة الجامعة ما يغنيه عن الافتقار من نصوص الالهية والنبوية ليكون الذكري للذاكرين وهدي للعابدين وسميتها بالمقالة المحبوبة في الدعاء بعد الصلٰوة المكتوبة ورتبتها علي المقدمة وثلاثة ابواب والخاتمة ونسئل الله السلام ان يجعل الكلام خير الختام....... الخ [7]

یہ رسالہ مولانا محمد بن عبداللہ ظاہری ریگستانی نے "ادائے فرض کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کا ثبوت" کے نام سے شائع کیا ہے جو 123 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے ساتھ سید احسان اللہ شاہ کے بڑے صاحبزادے علامہ سید محب اللہ شاہ کا رسالہ "فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا" اور ان کے چھوٹے بیٹے علامہ سید بدیع الدین شاہ راشدی کی عربی کتاب "تحقیق الدعاء برفع الیدین" بھی شائع کی ہے۔

(2) **البلاغ الحقیق بالتحقیق العمیق علی الطریق العتیق:** مؤرخہ ٦-٧-٨ شعبان ١٣٤٩ھ خانپور ضلع رحیم یار خان پنجاب میں تبلیغِ اسلام کے موضوع پر ان کی زیرِ صدارت ہونے والے سالانہ جلسہ میں پڑھی گئی صدارتی تقریر ہے۔اس کا قلمی نسخہ مکتبہ عالیہ علمیہ درگاہ شریف پیر جھنڈو میں موجود ہے جو 36 صفحات پر مشتمل ہے۔کاتب مولوی محمد اسماعیل افغان ہیں۔خطبہ کی ابتدا ملاحظہ ہو:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد النبي الامین صلوٰۃ دائمۃ وسلاما ابدا وعلیٰ الہ وصحبہ ما لا نحصیہ ولا نعدہ عدا اللّٰھم رب جبرئیل ومیکائیل واسرافیل فاطر السمٰوات والارض عالم الغیب والشھادۃ انت تحکم بین عبادک فیما کانوا فیہ یختلفون اھدني لما اختلف فیہ من الحق باذنک فانک تھدي من تشاء الیٰ صراط مستقیم. اللّٰھم اني استھدیک لارشد امري واعوذبک من شر نفسي اللّٰھم الھمني رشدي واعذني من شر نفسي رب اغفر وارحم واھدني السبیل الاقوم قال اللہ عزوجل في کتابہ العلي الحکیم.

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَا ۙ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَ خَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا ○

جملہ حضرات حاضرین و علماء کرام و مشائخ عظام! آپ کے سامنے جو یہ آیات ابتداء سورہ فرقان کی پڑھی گئی ہیں۔ان میں تبلیغ کی طرف تصریح ہے جیسا کہ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا سے ظاہر ہے کیونکہ لفظ عبدہ سے مراد آنحضرت ﷺ ہیں اور آپ نہ تھے مگر رسول۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ اور رسولوں کا تو کام ہی تبلیغ احکام الٰہیہ ہے نہ کچھ اور۔ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ۔ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ اور تبلیغ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی دو شقیں ہوتی ہیں۔ایک بشارتی دوسری نذارتی جیسا کہ رُسُلًا مُّبَشِّرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَ . وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَ سے مفہوم ہے۔شق اول مطیعین اور فرمانبرداروں کیلئے ہے تاکہ شاکر ہو کر تقربِ الٰہی کی زیادتی حاصل کریں لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ اور شق ثانی نافرمانوں اور مخالفین کیلئے ہے تاکہ خائف ہوں اور نصیحت والے ہوں، لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِیْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ۔غرض دونوں شقوں سے اصلاح بندگان خدائے عزوجل ہے کہ کس طرح اپنے حقیقی محبوب رب العالمین کی طرف لوٹیں..... قرآن شریف میں روحانی و جسمانی اصلاح کیلئے تمام مصالح موجود ہیں اور جمیع امراض روحانی و جسمانی کیلئے عجیب و غریب نسخے موجود ہیں اور ہمارے دینی و دنیوی منافع حاصل کرنے کیلئے بھی قرآن کریم میں عمدہ عمدہ طرائق بیان کیے گئے ہیں۔یہ

طور نمونہ یہاں دو نسخے ایک مرض روحانی کیلئے مثلاً قساوت قلب دوسرا مرض جسمانی کیلئے مثلاً تنگیٔ رزق ذکر کیے جاتے ہیں۔ روحانی امراض کے دفع اور ان سے صحت پانے کیلئے دواذکر اللہ عزو جل کا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ یعنی خبر دار! تمہارے قلوب تندرست اللہ کے ذکر سے ہوتے ہیں۔ [8]

(3) مسلک الانصاف فی افادة الاحناف علٰی طریق الاسلاف (سندھی): یہ رسالہ تین فقہی مسائل کے بابت پوچھے گئے اسئلہ کے جواب میں لکھا گیا ہے: 1-امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا 2-آمین بلند آواز سے کہنا 3- نماز میں سینے پہ ہاتھ باندھنا۔ یہ رسالہ پیر محمد اسماعیل شاہ راشدی کے کہنے پر ان کے دوست شیخ حاجی محمد ہاشم نے شیخ عبدالعزیز محمد سلیمان کے حکم سے عباسی الیکٹرک لیتھو پریس کیمبل اسٹریٹ کراچی سے طبع کروایا۔ 33 صفحات پر مشتمل ہے۔ سید احسان اللہ شاہ صاحب اس مختصر رسالہ میں احادیث اور آثار صحابہ سے ثابت کرتے ہیں کہ سورہ فاتحہ نماز کا رکن ہے اس کے بغیر نماز نہیں ہوگی۔ امام، مقتدی، منفرد تینوں کو سورہ فاتحہ کا پڑھنا ہر حال میں واجب ہے۔ اگر کوئی تفصیل سے تحقیق کرنا چاہتا ہے تو وہ سید المحدثین امام بخاری اور امیر الحفاظ امام بیھقی کی کتاب "کتاب القراءة خلف الامام کی طرف رجوع کرے۔ نیز احادیث، آثار صحابہ اور علماء احناف کے اقوال کی روشنی میں ثابت کرتے ہیں کہ امام خواہ مقتدی کو آمین بآواز بلند کہنی چاہئیے اور منع کرنے والوں کے بارے میں سخت وعید وارد ہے۔ یہ بھی ثابت کرتے ہیں کہ نماز میں سینہ پہ ہاتھ باندھنا جائز ہے۔ یہی طریقہ مسنونہ ہے۔ رسالہ کے آخر میں اس فتویٰ کی موافقت میں قاضی فتح الرسول نظامانی قیصرانی، مولانا محمد اسماعیل پٹھان، قاضی لعل محمد قیصرانی مولانا قطب الدین ھالیجوی، موالان محمد اکرم انصاری ہالائی اور مولانا عبدالتواب ملتانی کے تائیدی دستخط ہیں۔ [9]

(4) رسالة فی تقبیل ایدی الکرام: یہ رسالہ نیک اور صالح لوگوں کے ہاتھ چھومنے کے جواز میں لکھا تھا مگر افسوس کہ اس کا مسودہ گم ہے۔

المکتوب المسمی بامام مبین: سلطان عبدالعزیز بن سعود رحمہ اللہ جب سرزمین نجد و حجاز کے حکمران بنے تو انہوں نے غیر شرعی امور کے خلاف بھرپور مہم چلائی اور پوری مملکت میں پکی قبریں، قبے اور مزارات مسمار کراکر برابر کئے تو برصغیر میں اس کے رد عمل میں منفی تاثر پیدا ہوا۔ بالخصوص سندھ میں بھی غلط فہمیاں پیدا ہوئیں۔ سلطان عبدالعزیز اور علماء حجاز و نجد پر طعن و تشنیع کی گئی۔ اس وقت سید احسان اللہ شاہ نے "امام مبین" کے نام سے یہ رسالہ لکھا، جس میں آیات بینات، احادیث اور اقوالِ سلف کی روشنی میں ثابت کیا

کہ جو کام سلطان عبدالعزیز نے کیا ہے، وہ عین شریعتِ الٰہی اور سلف صالحین واہل حق کے عقیدہ کے عین مطابق ہے۔

اس کے متعدد نسخے لکھوا کر پورے سندھ میں بھیجے اور اپنے عقید تمندوں کو بھی ہدایت کی کہ کسی قسم کی بھی غلط بیانی کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ اس رسالہ کا قلمی نسخہ مکتبہ راشدیہ آزاد پیر جھنڈو میں موجود ہے۔ 16 صفحات پر مشتمل ہے۔ اخیر میں کچھ ناقص ہے۔

(5) **قادیانی کذب:** پیر احسان اللہ شاہ کو ایک کتابچہ ملا جسے قادیانیوں نے ان کے دادا سید رشید الدین شاہ راشدی (صاحبِ بیعت) کے متعلق ایک بے بنیاد افواہ پھیلانے کیلئے چھپوایا کہ پیر صاحب نے مرزا غلام احمد کے بارے میں استخارہ کیا اور انہیں سمجھایا گیا کہ مرزا سچا ہے۔ پیر احسان اللہ شاہ نے "قادیانی کذب" کے نام سے یہ مضمون لکھ کر ماہنامہ "توحید" کے جنوری 1935ء کے شمارہ میں شائع کرایا اور قادیانیوں کے پھیلائے ہوئے اس فتنہ کی پرزور تردید کی۔

تحریک خلافت میں حصہ:

سید احسان اللہ شاہ سندھ کے دینی اور علمی خاندان کے مایہ ناز چشم وچراغ تھے۔ اس لئے ان کی رغبت فطری طور پر مذہبی نوعیت والی سیاست کی طرف رہی۔ سندھ میں جب تحریک خلافت کا آغاز ہوا تو اس میں بھی بھرپور حصہ لے کر انگریزوں کے خلاف کام کیا جو تاریخ کا حصہ ہے۔

ایک دفعہ ان کے بھائی پیر ضیاء الدین شاہ اس وقت کے کمشنر سے مل کر واپس آئے اور اس کے بعد پیر احسان اللہ شاہ اس کمشنر کے پاس ہالا پہنچے۔ ان کے ساتھ کثیر تعداد میں جماعت بھی پہنچی اور حسب دستور فلک شگاف آواز میں نعرۂ تکبیر کی صدائیں بلند کیں تو کمشنر صاحب نے استفسار کیا کہ یہ کون ہے؟ جواب دیا گیا کہ "پیر صاحب جھنڈے والا آرہا ہے۔" آپ جس وقت کمشنر کے پاس پہنچے تو دورانِ مجلس انہوں نے پوچھا کہ "آپ بھی تحریکِ خلافت میں ہیں؟" جواب دیا گیا کہ: "خلافت تو ہمارا مذہب ہے، باقی حکومت کو ہم کیا کر سکتے ہیں۔ اپنی آواز تو بلند کرتے رہیں گے۔ حکومت اگر مقامات مقدسہ کو چھوڑدے تو ہم بھی خاموش ہو کر بیٹھ جائیں گے ورنہ خلافت تو ہمارا مذہب ہے۔"

خلافت تحریک کے دوران جب ان کے والد اور مرشد پیر رشد اللہ شاہ راشدی نے خلافت والے اپنی دستار مبارک اتار کر انگورا فنڈ میں دے دی تو دوسرے دن نمازِ جمعہ کے بعد پیر رشد اللہ شاہ کے فرزند پیر امام شاہ نے دستار کو بیچنے کے لئے آواز دی کہ اس کا خریدار کون ہے؟ تو احسان اللہ شاہ نے دوسو روپے ادا کر کے دستار خرید کر لی۔[10]

اسی طرح آپ تحریک پاکستان کی حمایت میں بھی سرگرم رہے۔ اپنے مریدوں اور عقید تمندوں کو مسلم لیگ کی حمایت میں سرگرم کیا۔[11]

وفات:

پیر احسان اللہ شاہ راشدی 45 برس کی عمر میں مؤرخہ ۱۵ شعبان المعظم 1358ھ مطابق 13 اکتوبر 1938ء اس جہان فانی کو الوداع کہہ کر خالقِ حقیقی سے جا ملے، جبکہ آپ اپنے گاؤں درگاہ شریف میں صرف ڈیڑھ برس مقیم رہے۔ آپ نے تین شادیاں کیں تھیں، جن سے تین بیٹے اور دو صاحبزادیاں ہوئیں۔ ان کے بیٹے علامہ سید محب اللہ شاہ، علامہ سید بدیع الدین شاہ اور سید محی الدین شاہ علمی شہرت کے حامل ہیں۔ ان کی وفات حسرت آیات پر علامہ سید سلیمان ندوی اپنے موقر جریدہ "اعظم گڑھ" میں لکھتے ہیں:

"پیر احسان اللہ شاہ: علمی حلقوں میں یہ خبر غم و افسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ جھنڈا گوٹھ ضلع حیدرآباد سندھ کے مشہور عالم پیر احسان اللہ شاہ جو قلمی کتابوں کے بڑے عاشق تھے، چوالیس برس کی عمر میں 13 اکتوبر 1938ء کو اس دنیا سے چل بسے۔ مرحوم حدیث و رجال کے بڑے عالم تھے۔ ان کے کتب خانہ میں حدیث و تفسیر و رجال کی نایاب قلمی کتابوں کا بڑا ذخیرہ تھا۔ ان کے شوق کا یہ عالم تھا کہ مشرق و مغرب، مصر و شام، عرب و قسطنطنیہ کے کتب خانوں میں ان کے کاتب و ناسخ نئی نئی قلمی کتابوں کی نقل پر مامور رہتے تھے۔ مرحوم ایک خانقاہ کے سجادہ نشین اور طریق سلف کے متبع اور علم و عمل دونوں میں ممتاز تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم پر اپنے انوارِ رحمت کی بارش فرمائے۔"12

سندھ کے مشہور مؤرخ و عالم مولانا دین محمد وفائی ان کے سانحہ ارتحال پر اپنے تاثرات تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"نہایت دُکھ و افسوس سے یہ خبر "توحید" کے ناظرین تک پہنچائی جاتی ہے کہ راشدی خاندان کا درخشندہ ستارہ اور علم و فضیلت کا علمبردار حضرت مولانا پیر سید احسان اللہ شاہ جھنڈے والے گذشتہ ماہ اس فانی دنیا سے رحلت فرما کر مسند علم و فضل کو ہمیشہ کیلئے لپیٹ کر چلے گئے۔ مرحوم کی عمر صرف 44 برس ہی تھی۔ جوانی کا زمانہ تھا۔ دل میں علمی خدمت کی کئی امیدیں تھیں۔ سجادہ نشینی کے ابتدائی ایام میں خاندانی اختلافات کے باعث مقدمہ بازیوں سے مہلت نہ ملی۔ مقدمہ ابھی ختم ہوا کہ مرض الموت آن پہنچی۔ اس لئے تصنیف و تالیف کے لئے مہلت میسر نہیں ہو سکی۔ مرحوم پیر صاحب سے "توحید" کے ایڈیٹر کی عرصہ دراز سے شناسائی تھی۔ اس مقدس ہستی میں والد بزرگوار کی رحلت کے بعد علمی مذاق کا جذبہ اور بڑھا۔ ہزاروں روپے صرف کرکے یورپ، عرب، شام و مصر سے کتابیں منگوائیں۔ دن و رات مطالعہ میں منہمک رہے۔ حیدرآباد دکن، دارالمصنفین اعظم گڑھ اور ندوۃ العلماء کی علمی مجلسوں کے اعزازی رکن مقرر کیے گئے۔ شام و عراق کے علمی حلقوں میں ان کا ذکرِ خیر ہوتا رہا۔ ماضی قریب میں اسماء الرجال کا ایسا بڑا عالم شاید دنیا میں نہ مل سکے۔ راشدی خاندان میں وقتاً فوقتاً علمائے دین پیدا ہوتے رہے۔ مرحوم پیر احسان اللہ شاہ ان کی آخری یادگار تھے، جو وفات فرما گئے۔ ان کے بعد اس خاندان میں اتنے اعلیٰ مرتبہ کے عالم کا پیدا ہونا بعید

مشکل نظر آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت کرے اور ابدی راحت نصیب فرمائے۔ ان کے فرزند پیر محب اللہ شاہ کو والد گرامی کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے حلقہ ارادتمندان کو صبرِ جمیل کی توفیق بخشے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ○" [13]

سندھ کے مشہور تعلیمی ماہر ڈاکٹر عمر بن محمد داؤد پوتہ 1934ء میں جب پیر جھنڈو تشریف لائے تو وہ لکھتے ہیں کہ:

"1934ء: ماہ مئی کی ابتدا میں گوٹھ پیر جھنڈو جانا ہوا۔ مرحوم میاں احسان اللہ شاہ سے ملاقات کا موقع میسر آیا جو ایک جید اور غیر مقلد عالم تھے۔ ان کے کتب خانہ کی ہر جگہ شہرت تھی۔ اس کے دیدار سے بہت خوشی حاصل ہوئی۔ دو دن اس کے معائنہ میں لگ گئے۔ کتب خانہ کی دوسری سب الماریاں باقاعدہ صفائی سے رکھی ہوئی تھیں۔ ان میں ہر فن کی کتب حسب موضوع مرتب تھیں۔ ایک دو الماریوں کی حالت اچھی نہیں تھی۔ میں بھی ان کے معائنہ میں مشغول ہو گیا۔ تلاش کرتے کرتے "ابیاتِ سندھی" کے دو قدیم نسخے شیخ عبدالرحیم گرھوڑی کی عربی شرح کے ساتھ ملے۔ میرے لئے یہ غنیمت تھی۔ میاں احسان اللہ شاہ نے میرا ذوق دیکھ کر یہ نسخے ساتھ لے جانے کی اجازت دے دی۔" [14]

مراجع و حواشی

[1] سہ ماہی ''مہران'' سوانح نمبر 55-145، چاچڑ عبدالوہاب ماہنامہ شریعت سوانح حیات نمبر ص 14-413

[2] راشدی سید محب اللہ شاہ ''صدق المقال وسداد الاتجاہ فی بیان حیاۃ احقر العباد محب اللہ'' (خودنوشت سوانح حیات) مخطوط ''المکتبۃ العالیۃ العلمیۃ'' ص 42

[3] حاکم امام ابوعبداللہ الحافظ ''المستدرک علی الصحیحین'' ''دائرۃ المعارف العثمانیہ دکن''۱۳۴۴ھ ص 4/612

[4] بیہقی احمد بن حسین'' السنن الکبریٰ'' دکن ''دائرۃ المعارف العثمانیہ''۱۳۴۴ھ 68-1/467

[5] (1) راشدی سید محب اللہ شاہ ''خود نوشت سوانح حیات مخطوط ص ۴۲2 ، سہ ماہی مہران سوانح نمبر سندھی ادبی بورڈ مضمون ''پیر احسان اللہ شاہ راشدی'' ص 154، چاچڑ عبدالوہاب مولانا ''ماہنامہ شریعت سوانح حیات نمبر ''ص 14-413

[6] راشدی سید محب اللہ شاہ ''خود نوشت سوانح حیات ''ص 47

[7] راشدی سید احسان اللہ شاہ ''المقالۃ المحبوبۃ فی الدعاء بعد الصلوٰۃ المکتوبۃ ''مخطوط المکتبۃ العالیۃ العلمیۃ درگاہ شریف پیر جھنڈو ص 8-9

[8] راشدی احسان اللہ شاہ ''البلاغ الحقیق بالتحقیق العمیق علی الطریق العتیق ''مخطوط المکتبۃ العالیۃ العلمیۃ درگاہ شریف پیر جھنڈو ص 1-2

[9] راشدی احسان اللہ شاہ ''مسلک الانصاف فی افادۃ الاحناف علی طریق الاسلاف ''کراچی عباس الیکٹرک پریس ص-14-22

[10] مہران سوانح نمبر 55-154

[11] سیف قاضی محمد اسلم ''برصغیر کی سیاست میں اہلحدیث کا کردار ''فیصل آباد شعبہ تصنیف و تالیف جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن 1988ء ص 69

[12] ندوی سید سلیمان ''یاد رفتگان ''کراچی مجلس نشریات اسلام ص 186

[13] وفائی مولانا دین محمد ماہنامہ ''توحید ''اکتوبر 1938ء ص 40

[14] داؤد پوتہ ڈاکٹر عمر بن محمد، پیش لفظ ''ابیات سندھی ''ایجوکیشنل پبلشنگ کمپنی 1939ء